عصر حاضر میں مذہبی رواداری کے قیام کی صورتیں: ابراہیمی مذاہب کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Ways of Establishing Religious Pluralism in Contemporary Age: An Analytical Study of Abrahamic Religions

فداءالرحمٰن* ڈاکٹر حشمت بیگم** ڈاکٹر عمرانہ شہزادی***

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023

DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v4i1.218

Received: February 12 ,2021
Accepted: February 22, 2021
Published: June 30,2021

Abstract

Human being is endowed with intellect. The standard and domain of intellectual exposure are different and diverse. Consequently, it gives birth to diversity in opinions and perspective that eventually results in mutual disagreement. A deep assessment of the human life indicates the fact that diversity exist in almost all aspects of human life. The diversity of opinions, perspectives and narratives can be found with reference to culture and civilization, economy, entrepreneurship, modern scientific disciplines, politics and religion. The diversity is an indication of the evolution in human intellect. When the diversity is misunderstood as a negative connotation then it turns into conflict that results into incalculable and disastrous impacts on society. Pluralism plays a pivotal role in the evolution of diverse human society and multicultural civilization and a pluralistic society can tread the phases of socio-cultural development more conveniently and productively. If a society becomes an arena of religious intolerance, hatred and biasness then the fate of society becomes uncertain and bleak. It is need of the day to create awareness and pursue research studies regarding pluralism while keeping in view the golden traditions of Abrahamic religions. The present paper is an attempt to explore the fundamental principles that deal with religious tolerance and pluralism in Abrahamic religions. This paper will help to create awareness about the need and importance of tolerance and pluralism and will suggest recommendations for implementation of those principles both at state and society levels so that the culture of tolerance, pluralism, mutual understanding and human dignity are promoted in wider interest of a unified and peaceful society.

Keywords: Abrahamic Religions, Tolerance, diversity, Pluralism.

* چیئرپرسن، ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اینڈ سوشل سائنسز، یونیورسٹی کالج آف ژوب، BUITEMS، بلوچستان، پاکستان۔
Fida.ucz.buitems@gmail.com

** اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات، شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور۔

*** اسسٹنٹ پروفیسر، عربیک ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ وومن یونیورسٹی فیصل آباد۔

مقدمہ

بنی نوع انسان مدنی الطبع ہونے کے وجہ سے معاشرے میں بسنے والے دیگر انسانوں سے قطع تعلق نہیں رہ سکتا، نہ ہی تن تنہا ثقافتی اور تمدنی زندگی کو ارتقاء سے ہمکنار کرسکتا ہے۔ انسان کی معاشرت پسندی نہ صرف اس کی فطری خواہش ہے بلکہ ذاتی مجبوری بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ طبعی تقاضوں کی تکمیل کے لیے ایک جانب اگر وہ اپنے جیسے دیگر انسانوں کا قرب چاہتا ہے تو دوسری جانب ذاتی مجبوریوں کے سبب بنی نوع انسان کا محتاج رہتا ہے۔ گویا اجتماعیت ان کے لیے لازمی امر ہے۔ تاہم اس روئے زمین پر بسنے والی اشرف المخلوقات یعنی حضرت انسان بحیثیت مجموعی مختلف مذاہب کے پیروکار ہیں جو مختلف افکار و نظریات (تصوّرات) اور کچھ منفرد طرز پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ اور انہی صلاحیتوں کی بدولت ہر کام کو اس کے مناسب طرز اور سلیقے سے سرانجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرز معاملت سے ارشادِ خداوندی ہے کہ:

﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا﴾[1]

"کہہ دیجیے (اے پیغمبر) ہر دو انسان اپنے طور طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے، پس تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کون سب سے ٹھیک راہ پر ہے۔"

جہاں ایک طرف افکار و تصوّرات کا یہ تضاد بنی نوع انسان کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتا ہے تو دوسری جانب یہ متنوع افکار جب حد سے تجاوز کرتے ہیں تو مذاہب، اقوام اور افراد کے مابین اختلافات اور تضادات کی صورت میں سامنے آکر فکری، مذہبی، اعتقادی اور عملی انتشار کا سبب بنتے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کا اگر تجزیہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ہر مذہب کا پیروکار اپنے عقائد و تصوّرات اور رسوم سے جذباتی وابستگی رکھتے ہوئے اس کو دوسرے مذاہب سے اعلیٰ اور برحق سمجھتا ہے۔ اور اپنے علاوہ دیگر تمام عقائد و نظریات اور مذاہب سے بغض، نفرت وعداوت رکھتا ہے۔ جس سے متعلق علی عباس جلال پوری اپنی تصنیف میں رقمطراز ہیں کہ:

"لوگ مذہبی عقیدے کی بنیاد پر اپنے ہم مذہب افراد کو اپنا سمجھتے ہیں اور غیر مذہب والوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں نیک وہ ہے جو میرا مذہب رکھتا ہے اس طرح اخلاقی قدروں کو مذہبی عقیدہ سے منسلک کرکے ان کے دائرہ عمل کو تنگ تر کردیا گیا۔"[2]

اسی طرح ڈاکٹر مبارک علی اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

"تاریخ میں مذہبی جنونیت اور اپنے عقیدے کی سچّائی پر مکمل ایمان تقریباً ہر معاشرے میں رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے مومن اور کافر، موحد اور مشرک کے مابین تقسیم کو جائز

قرار دیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ جب کسی کو اپنے عقیدے کی سچّائی پر ایمان ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں وہ دوسرے لوگوں کو گمراہ اور فاسق سمجھتا ہے۔ اور انہیں ثقافتی اور سماجی طور پر اپنے دائرے سے نکال کر دور کر دیتا ہے۔"[3]

بنابریں مذہبی اختلافات کی دو ممکنہ صورتیں ہوتی ہیں۔ پہلی صورتِ اختلاف بین المذاہب یعنی دنیا میں موجود مختلف ادیان و مذاہب کا آپس میں اختلافات و تضاد جو کہ عدم برداشت، عدم رواداری اور تخریبی کاروائیوں کے سبب متنازعہ صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جس سے سماجی زندگی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری صورت کسی ایک ہی مذہب کے پیروکار کسی فروعی اختلاف رائے کے سبب دوسرے لوگوں کے ساتھ جنگ وجدل کی راہ اختیار کر لیتے ہیں اس قسم کا اختلاف "اختلاف فی المسالک" کہلاتا ہے جو معاشرتی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔

اختلاف رائے و نظر انسانی فطرت کا ایک داخلی عنصر ہے جس کو انسانی فطرت سے نہیں نکالا جاسکتا نہ ہی دنیا سے فکری، عملی اور نظری اختلافات کو مکمل طور پر ختم کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾[4]

"اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا۔"

لہٰذا قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ انسانی معاشرہ کی اساس وبنیاد اختلاف رائے اور مختلف عقائد و نظریات پر استوار ہے جس سے فرار ممکن نہیں نہ ہی اس کا مکمل خاتمہ ممکن ہے اس لیے اس کو برداشت کر کے استدلال کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔[5] تاریخ کے اوراق پر گہری نگاہ ڈالی جائے تو ایسی بہت سی مثالیں سامنے آتی ہے کہ ہمارے اسلاف اختلافِ رائے کے باوجود بھی ایک دوسرے سے مروت اور رواداری کا سلوک روا رکھتے تھے اور ان اختلافات سے کبھی آپس کے تعلقات اور اخلاق متاثر نہیں ہوتے تھے۔ اختلاف رائے میں بذاتِ خود کوئی خرابی نہیں اور نہ کسی ایک رائے پر عمل پیرا ہونے میں بلکہ ساری خرابی دوسروں سے متعلق بدگمانی اور بدزبانی سے پیش آتی ہیں۔ جو علم ودیانت کی کمی اور اغراض واہوا (نفسانی خواہشات، گمراہیاں، ضلالت) کی زیادتی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور جب کسی قوم یا جماعت (عالمی اور قومی سطح پر) میں یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے تو ان کے لیے یہ اختلاف رحمت بھی اختلاف عذاب کی صورت میں منتقل ہو جاتا ہے اور نتیجتاً ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدل اور بعض اوقات قتل وقتال تک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"[6]

تاہم اس فکری اور عملی انتشار واختلاف کو ختم کرنے اور مذاہب و اقوام اور انسانی گروہوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں باہم رواداری وہم آہنگی (تقارب اور تفاہم)اپنا موئثر کردار ادا کرتی ہے۔"رواداری" تحمل وبرداشت کی ایک ایسی صورت ہے جو کسی ناپسندیدہ چیز کی موجودگی میں ظاہر کی جائے۔[7] یادوسرے معنوں میں رواداری عدم تعصب اور خوش اخلاقی سے پیش آنے کا نام ہے۔[8] مذہبی رواداری یہ ہیں کہ جن لوگوں کے عقائد وافکار ہمارے نزدیک درست نہیں ہیں ان کو ہم برداشت کریں نیز ان کے جذبات اور احساسات کا لحاظ کرتے ہوے ان پر ایسی نکتہ چینی سے گریز کریں جس سے ان کو رنج وتکلیف پہنچے۔[9]یعنی وسعت نظری سے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ معاملات کی انجام دہی ہو۔انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا Encyclopedia of Britannica میں رواداری کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "Intellectual and practical acknowledgement of the right of others to live in accordance with religious beliefs that are not accepted as one's own."[10]

ابراہیمی مذاہب(یہودیت،عیسایت اور دین اسلام) سے متعلقہ سابقہ لٹریچر کی ورق گردانی کی جائے اوران کے مابین باہمی اختلافات کے اسباب کا جائزہ لیاجائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان میں معاشرتی وسماجی بدامنی دراصل مذہبی اختلافات اور ربّانی نظام کی حکم عدولی سے ہی رونما ہوتے آئے ہیں۔یہود اور عیسائی عموماً ایک دوسرے کے خلاف مذہبی اختلافات میں حد سے تجاوز کرکے معاشرے میں بدامنی اور فکری و عملی انتشار کا سبب بنتے۔ جس سے انسانی سماج بُری طرح متاثر ہوتا رہا۔ان کے اس روش سے متعلق ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

> "چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں یہودیوں اور عیسائیوں کی باہم رقابت ومنافرت اس حد تک پہنچ گئی کہ ان میں سے کوئی دوسرے فریق کو ذلیل کرنے اور اس سے اپنی قوم کا انتقام لینے اور پھر مفتوح کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔۶۱۰ء میں یہودیوں نے انطاکیہ میں عیسائیوں کے خلاف بلوہ کیا، شہنشاہ Phocas نے ان کی سرکوبی کے لیے فوجی افسر Bonosus کو بھیجا اس نے پوری یہودی آبادی کا اس طرح خاتمہ کیا کہ ہزاروں کو تلوار سے سینکڑوں کو دریا میں غرق کرکے آگ میں جلا کر اور درندوں کے سامنے ڈال کر ہلاک کر دیا۔"[11]

یہود ونصاریٰ کے مابین اختلافات کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہوا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ﴾[12]

"اور یہود نے کہا کہ نصاریٰ کسی دین پر نہیں اور نصاریٰ نے کہا یہودی کسی دین پر نہیں حالانکہ یہ سب اپنی اپنی کتابیں پڑھتے ہیں۔"

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یہود و نصاریٰ کے مابین اختلافات کا تذکرہ ہوا ہے۔اس کے علاوہ مذہبی اقدار واصول اور مستند لٹریچر میں کم فہمی و کم علمی اور افراط بھی معاشروں کے مابین عدم رواداری کا سبب بنا رہا ہے۔ یہاں یہ بات مدِّ نظر رہے کہ محض مذاہب کے فرق و تضاد سے کبھی کوئی معاشرہ بگاڑ کا شکار نہیں بنتا بلکہ جب مد مخالف اور مد مقابل رائے اور عقیدہ کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ دیگر مذاہب کے عقائد و نظریات پر تنقید اس انداز سے کی جائے کہ بات اختلاف رائے سے بڑھ کر عداوت و نفرت اور دشمنی میں تبدیل ہو جائے۔ احترام انسانیت کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے بنیادی حقوق تلف کیے جائے مذہب کے نام پر قتل عام کیا جائے۔ ایک دوسرے کے مذہبی رہنماؤں کا احترام نہ کیا جائے تو نتیجتاً معاشرے، مذاہب اور اقوام میں عدم رواداری فضا قائم ہو جاتی ہے۔

مذہبی رواداری و ہم آہنگی اس لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے کہ یہ انسانی معاشرے میں بنی نوع انسان اور قوم و مذاہب کے مابین مساوات، معاشی و معاشرتی ترقی، امن و محبت اور بلا تفریق رنگ و نسل ایک دوسرے کے لیے بھلائی کی راہیں ہموار کرنے کا سبب بنتی ہے۔ تمام مذاہب مساوی ہے۔ مذہبی اجتماعیت(Pluralism) مختلف مذاہب کے مابین رواداری، احترام اور ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے تاہم اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے کے مذہب کو قبول کرنے کے لیے اپنے مذہبی عقیدے کو ترک کیا جائے۔

مذہبی رواداری و ہم آہنگی کے توسط دنیا سے ہر قسم کے منفی جذبات و تعصّبات جو سماجی بگاڑ کا ذریعہ بنتے ہیں کے سدباب کرنے سے انسانی تعلقات میں رواداری اور برداشت کا مادہ فروغ پانے لگتا ہے۔ کیونکہ بین الاقوامی یا کسی بھی ملک و قوم میں داخلی امن کا قیام، ملکی استحکام، اخلاقی، مادی اور روحانی ترقی کے حصول کے لیے یہ لازمی امر ہے کہ اس ملک میں رہائش پذیر مختلف مذاہب و مسالک سے وابستہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ امن وامان سے رہے اور روادارانہ روش اختیار کریں۔ دور جدید میں چونکہ دنیاGlobal Village کی شکل اختیار کر چکی ہے اور اب ایک ملک کا مسئلہ صرف اس ملک کے باشندوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ وہ عالمی مسئلہ کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ دور حاضر میں اگر روادداری و ہم آہنگی پر مبنی روّیہ اختیار نہ کیا جائے تو معاشرے،

ملک و قوم اور مختلف مذاہب کے مابین پر امن بقاءِ باہمی Peaceful Mutual Co-existence کا عملی سماں پیدا کرنا ممکن نہیں ہو گا۔لہذا واضح ہوا کہ رواداری و ہم آہنگی پر مبنی مثبت روّیہ ہی وہ راستہ ہے جس سے دنیا میں امن وامان اور سلامتی وخوشحالی کو بحال کیاجاسکتاہے۔

زیر بحث موضوع کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ابراہیمی مذاہب کے تناظر میں مذہبی رواداری وہم آہنگی کا تاریخ الہامی مذاہب خصوصاً ابراہیمی مذاہب کی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔چونکہ اس مقالہ کا انداز بیانی ہے اس لیے اس میں ہم تینوں ابراہیمی مذاہب میں مذہبی رواداری سے متعلق تعلیمات کا تقابلی جائزہ لیں گے اور اس موضوع پر کی گئی تحقیقات کا خلاصہ پیش کریں گے۔اس کے بعد ابراہیمی مذاہب میں اس موضوع پر دی گئی تعلیمات کو بیان کرکے اس پر سیر حاصل گفتگو کریں گے۔

موضوع سے متعلق گزشتہ تحقیقات کا جائزہ

قومی اور عالمی سطح پر قیام امن اور انسداد فساد کے ضمن میں ہر دور اور ہر عہد میں مذہبی رواداری وہم آہنگی کو نہایت اہمیت حاصل رہی ہے۔اور اسی اہمیت کی بناء پر تینوں مذاہب کے اساسی کتب کے علاوہ اہل علم حضرات نے موضوع تحقیق پر کام کیا۔تاکہ ہر مذہب اور ملک و قوم کے افراد میں میں مذہبی رواداری وہم آہنگی کے جذبے کو فروغ دیا جاسکے۔اس ضمن میں عارف اللہ کا پی ایچ ڈی مقالہاسلام اور دیگر ابراہیمی مذاہب کی اساسی نصوص کے تناظر میں انسداد فساد اور اقامت امن کا تقابلی مطالعہ ایک اہم ترین کاوش ہے۔غضنفر عمران اور ڈاکٹر محمد فخر الدین کا مذہبی رواداری اور پاکستانی اہل علم کی کاوشیں۔ایک تصنیفی جائزہ نہایت اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔اسی طرح کچھ اہل علم حضرات نے بین المذاہب ہم آہنگی ورواداری کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا جائزہ پیش کیا۔اس کے علاوہ انگریزی زبان میں بے شمار مقالے جیسے Islam: Religious Pluralism, and Modern Interpretations اور Understanding the Concept of Religious Pluralism with examples ضبط تحریر کیے گیے۔

ان تمام تر کاوشوں کا مقصد کہ ان بنیادی اسباب ووجوہات کی جانب رہنمائی کرنا،بقائے انسانیت اور قیام امن کی راہ میں حائل مسائل کا تدارک تھا۔تاکہ قومی اور عالمی فساد،دہشت گردی اور دیگر پیچیدہ مسائل پر قابو پاکر بنی آدم امن وخوشحالی اور باہم رواداری اور ہم آہنگی کے اصولوں کو فروغ دیں۔مقالہ ہذامیں سامی ادیان کے تناظر میں مذہبی رواداری وہم آہنگی کو نصوص اور قرون اولیٰ سے مذہبی رواداری کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ اگر

قرون اولیٰ میں معاشرے، ملک واقوام پرامن تھے تو وجہ یہی تھی کہ ان میں ان دوسرے عقائد اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ موجود تھا۔ جبکہ عصر حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے تو سب سے اہم مسئلہ عدم رواداری کا یہی سامنے آتا ہے کہ آج کل نہ تو ایک دوسرے کے عقائد و نظریات برداشت کیے جاتے ہیں نہ ہی ایک دوسرے کے مذاہب۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ متعصب حضرات مطالعہ مذاہب عالم کو عبس قرار دیتے ہیں۔

ابراہیمی مذاہب میں مذہبی رواداری کا جائزہ Analysis of the three Abrahamic Religions

یہودی مذہب میں رواداری کی تعلیمات کا جائزہ

یہودی تاریخ کا جائزہ لیں تو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ان کی تاریخ عدم رواداری، تعصب، تشدد اور معاشرتی انتشار پر مبنی رویوں سے بھری پڑی ہے۔ نسلی اور مذہبی برتری وامتیازاور اپنی اجارہ داری کے لیے دیگر مذاہب عالم سے جنگ وجدل اور تشدد کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کے ایک متعصب فرقہ جو "گیش ایمونم" کے نام سے معروف ہے ان کے نظریات کو ڈاکٹر مبارک علی اپنی تصنیف میں یوں بیان کرتے ہیں کہ:

> "ان کی دلیل کے مطابق توریت میں یہ ساری زمین مقدس ہے اس لیے اس پر صرف یہودیوں کا حق ہے۔ دنیا کی تمام حکومتیں اسرائیل سمیت اگر اس کو تسلیم نہ کریں تو ہم اس کی مخالفت سے باز نہیں آئیں گے۔ اور اپنے تمام اسلحہ کو ان کے خلاف استعمال کر کے اپنے حق کو منوائیں گے۔ ہمارے لیے اسلحہ جب دفاع اور حق کے لیے استعمال ہو تو اس کی حیثیت پاک اور مقدس ہو جاتی ہے اور یہ مذہبی ارکان کی طرح ہو جاتا ہے۔ رائفل اور ٹینک کی حیثیت عبادت کی چادر کی طرح ہو جاتی ہے ہمارے لیے فوجی اتنے ہی اہم ہیں جتنے توریت کے علماء ربی جو لوگوں کے نو آبادیوں میں آباد ہیں ان کی حیثیت اولیاء کی طرح ہے۔ ہمارے نزدیک فلسطین کی سرزمین پر قبضہ کرنا اور یہاں آباد ہونا ایک فریضہ ہے۔"[13]

بیرون دنیا اور مذاہب عالم کے ساتھ ان کا یہ معاندانہ روّیہ، مذہبی تعصب پر مبنی ذہنیت، نسلی تفاخر، گروہی مفادات اور ان کے خلاف جنگ وجدل کا نظریہ نہ صرف عالمی معاشرے میں بلکہ خود اسرائیل کے اندرونی معاشرے میں بھی عدم رواداری اور فرقہ ورانہ انتشار کو فروغ باعث بنا ہوا ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں کہ:

"اس وقت اسرائیل میں یہودی معاشرہ کئی متضاد مذہبی فرقوں میں منقسم ہے تاہم سب اس پر متفق ہیں کہ فوجی قوّت اور مذہبی جذبہ کو استعمال کر کے اہل فلسطین کو اپنے تسلط میں رکھا جائے۔ مذہبی فرق کی وجہ سے اسرائیلی معاشرہ مذہبی تعصب غیر رواداری اور تنگ نظری میں جکڑا گیا ہے۔"[14]

ان کے کچھ ربیوں کی تعلیمات واقوال اس کے برعکس مذہبی رواداری، اتحاد اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے نرمی اور محبت کا درس دیتی ہے جیسے ربی میئر کے مطابق:

"یہودیت کا مقصد نوعِ انسان کو علیحدہ کرنا نہیں بلکہ متحد کرنا ہے۔ ہر آدمی انکساری میں چلے نہ سرف اپنے مذہب کے ساتھ بلکہ ہر انسان کے ساتھ۔"[15]

لیکن افسوس کہ یہودیوں کی مقدس کتاب تالمود میں مذکور یہ مقاصد اور اس کے علاوہ متعدد اقوال جو کہ اخلاقیات، وسعت نظری، ہمدردی، بلارنگ ونسل دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے محبت اور سچائی کا درس دیتی ہے فقط کتابی باتوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ تاریخی حقائق یہودیوں کے عملی طور پر انسانی معاشرے میں مذہبی عناد اور عدم رواداری کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کے امن وامان کی بحالی اور باہم ہم آہنگی کے فروغ کے لیے توریت اور تالمود کی ان تعلیمات کو سمجھنا اور اختیار کرنا اور عمل میں لانا چاہیے جو بنی نوع انسان کا احترام، محبت وہمدردی، رواداری اور خدمت خلق کے جذبے کا پرچار کرتی ہے۔

عیسائی مذہب میں رواداری کی تعلیمات کا جائزہ

تاہم اگر تاریخی حوالے سے عیسائیت کا جائزہ لیں تو ان کی تاریخ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے روگردانی، مذہبی تعصّبات اور معاشرے میں انتشار وافتراق کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ انہوں نے بھی دیگر مذاہب کے ساتھ ساتھ آپس میں بھی نفرت، تعصّب اور تنگ نظری کے ایسے مظاہرے کیے کہ انسانیت کی روح لرز جاتی ہے۔ دراصل اس تعصّب، تنگ نظری، معاشرتی انتشار اور عدم رواداری کے پیچھے حکومت یعنی سیاسی اقتدار اور اقتصادی مفادات کارفرما تھی۔

اس سے قطع نظر اگر مذہبی رواداری کو عیسائی کتب مقدسہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو وہ رواداری، اختلاف فکر ونظر کے احترام، انسانوں سے محبت اور ہر مذہبی فرقہ کو تبلیغ کا حق دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بنیادی وعظ جو تاریخ میں "پہاڑی وعظ" کے نام سے مشہور ہے اس میں اعلیٰ اخلاق اور

رواداری پر مبنی تعلیمات سر فہرست ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام امن و محبت کو بڑے خوبصورت پیرائے میں مظہر الدین صدیقی میں کچھ ان الفاظ کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ:

"عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام محبت تھا اور آپ کی تعلیم کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ محبت اچھے کردار کی صرف ایک صفت نہیں بلکہ کردار کی بنیاد اور اس کا محرک اعلیٰ ہے اگر انسان کے دل میں دوسروں کے ساتھ محبت کا جذبہ نہ ہو تو اس کی ساری مذہبیت بے کار ہے آپ جہاں کہیں جاتے ہیں آپ کی حبّ انسانیت مذہبی اور معاشرتی پابندیوں کو ٹکرا کر توڑ دیتی۔"[16]

عماد الحسن آزاد فاروقی اپنی تصنیف میں رقمطراز ہیں کہ:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں بندوں کے درمیان برادرانہ تعلق پر زور دیا گیا اس ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن خوبیوں کو خصوصی اہمیت دی ہے ان میں مساوات، عفو درگزر، عیب جوئی سے پرہیز، عجز وانکساری اور اپنے دشمنوں اور برا چاہنے والوں کے ساتھ نیکی کا سلوک سر فہرست ہیں۔"[17]

مذہبی منافرت، حسد، تفرقہ بازی، جھگڑے ،انتشار اور پھوٹ ڈالنے والوں سے متعلق کراہت و نفرت کا اظہار بائبل کی تعلیمات کا اہم ترین حصّہ ہے معاشرے کے اندر محبت، تحمّل وبرداشت اور امداد باہمی اور امن وسلامتی کے حصول کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عدم تشدد کو انتہائی ضروری قرار دیا ہے جس کی ایک صورت یہ بتائی کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ، آپس میں محبت رکھو اور ضرورت پڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ بین المذاہب ہم آہنگی، محبت انسانیت اور رواداری کا درس اس طرح دیتے ہیں:

"مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو تمہارا اجر بڑا ہو گا۔[18] آؤ ان باتوں کی جستجو میں رہیں جو امن اور باہمی ترقی کا سبب بنتی رہیں۔"[19]

دورِ جدید میں بین المذاہب آہنگی ورواداری کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر عیسائی مفکر ڈاکٹر توکون بوح آدیمی(سابق مسلمان) عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کو مؤثر وکارگر بنانے کے لیے دیگر مذاہب اور خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ مذہبی رواداری کے فروغ کو ضروری قرار دیتے ہوئے دس نکاتی اصول بھی تحریر کیے۔عیسائی اسکالر ذکیہ طارق بھی بین المذاہب رواداری کو اہمیت دیتے ہیں۔اپنی تصنیف "مذاہب کہتے ہیں"لکھتے ہیں کہ:

"تمام مذاہب کی بنیادی سچائیاں ایک ہیں۔ اخلاقی تعلیمات ایک ہیں اور اس حوالے سے تمام مذاہب کے درمیان مکالمہ اور اشتراک عمل کے لیے عملی اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ نیز اس کے ساتھ مذاہب کے پیروکار ایک دوسرے کی تعلیمات اور اخلاقیات کو سمجھیں تاکہ ان کے اندر بنیادی اخلاقی تعلیمات جوکہ سارے انسانوں کے لیے مفید ہیں اس کی مدد سے رواداری اور برداشت کی فضاء پیدا ہو۔"[20]

ویٹکین مجلس دوم بھی اپنی تعلیمات میں دیگر مذاہب واقوام اور انسانی معاشروں کے مابین رواداری، مفاہمت، خیر سگالی اور غم خواری کے جذبات کو فروغ دینے اور ان سے تعلقات بہتر بنانے سے متعلق اپنی دستاویز میں لکھتے ہیں کہ:

"دیگر مذاہب کی روحانی واخلاقی، ثقافتی اور معاشرتی اقدار کو قبول کرنے اور ان کو عمل میں لانا چاہیے۔ بین المذاہب مکالمہ ومفاہمت عالمگیر ضرورت ہے جسے بہت شدت سے محسوس کیا گیا اور اس کے لیے بہت سے اقدامات کیے گیے اور جارہے ہیں جو نہ صرف مقامی اور عالمی سطح پر اچھے اثرات کے حامل ہوں گے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر پاپائی خط میں بے شمار فکر انگیز سوالات وامکانات کی نشاندہی اور پر سنجیدگی سے غور وخوض کی جانب اشارہ کیا گیا۔ جو یقیناً مذاہب عالم میں سماجی اور ثقافتی اعتبار سے امن کے قیام اور مقصد کے لیے مفید تھے۔"[21]

دین اسلام میں رواداری وہم آہنگی پر مبنی تعلیمات کا جائزہ

دین اسلام رواداری، اعتدال اور عدم تشدد کا حامل دنیا کا اوّل مذہب ہے جس نے نہ صرف یہود ونصاریٰ کے ساتھ بلکہ مجوس اور مشرکین کے ساتھ بھی رواداری کا سلوک روا رکھا۔ اسلام شروع سے ہی مذہبی، علاقائی اور نسلی امتیازات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے احترامِ انسانیت، فلاح عامہ اور انسانی ترقی کو فروغ دینے پر زور دیتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کا غیر مسلموں سے انفرادی اور اجتماعی سطح پر رواداری، وسعت نظری اور انسان دوستی کے بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیں تو مترشح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ معاشرے میں بلا امتیاز بنی نوع انسان کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی ان الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں کہ:

"نبی کریم ﷺ کی پوری حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ عفو ودر گزر، رحمت اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے۔ انسانیت کے محسن اعظم، ہادی عالم، رحمت مجسم حضرت محمد ﷺ نے غیر مسلم اقوام اور اقلیتوں کے لیے مراعات، آزادی اور مذہبی رواداری پر مبنی ہدایات اور عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں روا فرمائے کہ جب لوگ مذہبی آزادی اور مذہبی رواداری سے نا آشنا تھے۔ اور مذہبی آزادی اور رواداری کے مفہوم و تصوّر سے انسانی ذہن خالی تھا۔"[22]

سیرت ابن ہشام میں مذکور ہیں کہ:

"امن وسلامتی اور سیاسی مفادات کے حصول کے خاطر نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ کر غیر اقوام و ملل سے معاہدات کیے۔ اس سے نبی کریم ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو جائے اور خاص کر تینوں یہودی قبائل (بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر) کے ساتھ ایک معاہدہ امن طے کیا جس میں انہیں دین و مذہب اور جان ومال کی مطلق آزادی دی گئی۔"[23]

میثاق مدینہ، حلف الفضول، صلح حدیبیہ، خطبہ فتح مکّہ اور دیگر معاہدات مذہبی رواداری، فراخ دلی اور وسعت نظری کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ان معاہدات کے توسط نبی کریم ﷺ نے انسانی معاشرے میں بقائے باہمی تعاون، قیام امن اور انسانی اقدار کے تحفظ کو مضبوط بنیادوں پر استوار فرمایا۔ ان معاہدات سے نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اجتماعیت کے ایک سانچے میں ڈال دیا اور جملہ شہریوں کے فرائض و حقوق اور آپس میں تعلقات کی نشاندہی فرمائی۔

اسی طرح ٹی ڈبلیو آرنلڈ The Preaching of Islam میں کھلے دل سے مسلمانوں کی رواداری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مسلمانوں نے غیر مذہب والوں (غیر مسلموں) کو ہر جگہ مذہبی آزادی دی ہے۔ کوئی مذہب دین اسلام کی طرح روادار اور صلحِ کل نہیں ملے گا جس نے دوسروں کو اس

طرح مذہبی آزادی دی ہو۔رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہاہے۔"[24]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی کا مشاہدہ کریں تو انہوں نے سیرت نبوی ﷺ کی رہنمائی میں معاشرے کے دیگر مذاہب کے افراد کے ساتھ انصاف پسندانہ،رحم ومحبت،انسان دوستی اور وسعتِ نظری کا معاملہ روار کھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسلامی تاریخ میں جو عادلانہ اور رواداری پر مبنی رویہّ غیر مسلموں سے رہاہے وہ شاید ہی کسی اور مذہب کے پیروکاروں میں موجود ہو۔انہوں نے اپنے انفرادی واجتماعی معاملات،لین دین اور حتیٰ کے سیاسی و معاشرتی تعلقات میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری،انسان دوستی کے اعلیٰ اخلاقیات کے اصولوں پر عمل پیرا رہے۔ان کے مذہبی جذبات،احساسات،مذہبی شخصیات اور عبادت گاہوں کا احترام کرتے ۔انہوں نے ہر دور اور ہر حیثیت (بحیثیت انسان،شہری،حکمران،سپہ سالار،جج،تاجر یا گورنر) میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مذہبی رواداری اور باہم ہم آہنگی کی روح کو زندہ رکھا اور غیر مسلموں کے حقوق کی پاسداری کے درخشاں مثالیں قائم کیں۔[25]

خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی معاملات کے ضمن میں رواداری کو قائم رکھا۔اور باقاعدہ معاہدات کے تحت حقوق کا تحفظ دیا گیا۔اہل حیرہ سے ایک معاہدہ طے پایا جس کے الفاظ کتاب الخراج میں اس طرح نقل ہوئے ہیں:

لاَيُهْدَمُ لَهُمْ بِيْعَةٌ وَلاَ كَنِيْسَةٌ وَلاَ قَصْرٌ مِنْ قُصُوْرِهِمْ الَّتِي كَانُوْا يَتَحَصَّنُوْنَ اذَا نَزَلَ بِهِمْ عَدُوٌّ لَهُمْ وَلَا يُمْنَعُوْنَ مِنْ ضَرْبِ النَّوَاقِيْسِ وَلاَ مِنْ اخْرَاجِ الصُّلْبَانِ فِيْ عِيْدِهِمْ[26]

"ان کے چرچ اور عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا،اور نہ کوئی ایسی عمارت گرائی جائے گی جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے حملہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں، ناقوس اور گھنٹیاں بجانے کی ممانعت نہیں ہوگی،اور نہ تہواروں کے موقعوں پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔"

اسی طرح خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے موقع پر ذمیوں کے حقوق سے متعلق یوں وصیت فرمائی:

"میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں، نبی کریم ﷺ کے ذمہ کی کہ ذمیوں کے حقوق کا احترام رہے ان کی حمایت میں جنگ کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے ان کی بساط سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے۔"[27]

مسلم سپین نے دنیا کے ان تینوں بڑے مذاہب (یہودیت،عیسائیت اور اسلام) کے مابین ایک شاندار ہم آہنگی کو جنم دیا۔ مسلم سپین کو یہودیت کی تاریخ میں ان کے حوالے سے Glorious Period کے طور پر جانا جاتا ہے جہاں پر یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ تقریباً سات سو سال تک ہر انداز میں پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کیے گیے۔ یہی وہ دور تھا جس میں تاریخ ساز لوگوں جیسے ابن میمون (قرطبہ کا ایک یہودی تھا) نے جنم لیا جو آج بھی سرجیکل کی دنیا میں اس شعبے کا بانی سمجھا جاتا ہے۔[28]

سید محمد احمد مسلم دور خلافت کے انتظامی اور رفاہی کاموں کے حوالے سے بالخصوص رواداری پر مبنی برتاؤ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "Jewish intellectuals seeking a historical precedent for a more tolerant attitude towards Jews hit upon a time and place that met this criterion medieval Muslim Spain there they believed Jews had achieved a remarkable level of toleration, political achievement a cultural integration.[29]"

> "یہودی دانشور جب رواداری پر مبنی رویے کی تاریخی مثال ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ زمان و مکاں کے لحاظ سے عہد وسطیٰ کے مسلم اسپین کی نظیر پیش کرتے ہیں ان کے خیال میں اندلس میں انہوں نے قابل ذکر رواداری،سیاسی حیثیت اور ثقافتی تعامل کے شاندار مواقع حاصل کیے۔"

ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کو دیکھا جائے تو یہاں اس کثیر المذاہب اور کثیر الاقوام خطّے میں قطب الدین ایبک سے لے کر بہادر شاہ ظفر کے دور حکومت تک تمام مسلمان حکمرانوں نے عدل وانصاف اور رواداری کو اپنی سلطنت کا اصل واصول بنائے رکھا۔ اور اپنے ادوار میں ایک دوسرے سے بڑھ کر معاشرے میں قیام امن کی خاطر احترام انسانیت، خدمت خلق اور باہم ہم آہنگی ورواداری کی فضا قائم رکھا۔ سلطنت کے اہم عہدوں اور سیاسی اداروں تک میں باقاعدہ طور پر غیر مسلموں کو شریک کیا۔ ان کے حقوق کا ہر طرح سے خیال رکھا گیا تاکہ انہیں اعتماد کی وہ قوت فراہم کی جاے جس کی بدولت معاشرے سے تعصب و تنگ نظری کا خاتمہ کیا جاسکے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ مختلف مذاہب واقوام اور ممالک ایک دوسرے سے بے نیاز ہوکر نہیں رہ سکتے۔ قومی اور عالمی سطح پر روئے زمین پر اصول پرامن بقائے باہمی Peaceful Mutual Co- existence کے ذرائع اور مواقع تلاش کرکے مذاہب واقوام کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے امن، سلامتی اور خوشحالی قائم کی جاے۔ ہر فرد کو چاہے وہ جس مذہب یا قوم سے بھی تعلق رکھتا ہو ان کو مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی آزادی اور خودمختاری دی جاے۔ نیز مذاہب (سامی اور غیر سامی مذاہب) کے مستند لٹریچر کا فہم حاصل کرکے امن وامان کی بحالی اور باہم رواداری وہم آہنگی سے متعلقہ تعلیمات کو ان کے اصل سامنے لایا جائے۔ عالمی سطح پر بین المذاہب مکالمہ جو رواداری، احترام انسانیت اور انسان دوستی پر مبنی ہو اس پر دیگر مذاہب کے رہنماؤں کے خیالات کا تبادلہ ہو اور ایسے تعلقات استوار کیے جائے جن سے ہم آہنگی پیدا ہو اور قومی اور عالمی سطح پر امن وامان کی جانب پیش رفت ہو سکے۔

یہاں اس کاوش کا اعتراف کرنا بھی ضروری ہے کہ دورِ جدید میں قومی سطح پر پاکستان میں کچھ سالوں سے مختلف مذاہب اور مختلف عقیدہ اور فکر وعمل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ساتھ مل جل کر بیٹھنے اور اپنے مذہب، عقیدہ وفکر کی حدود وقیود سے بالاتر ہوکر انسانیت کے بنیادی اور وسیع معنوں کی تلاش میں کی جارہی ہے۔ مختلف شہروں میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے مابین باہم مل جل کر بیٹھنے اور خیالات ونظریات پر گفت وشنید اور باہم رواداری وہم آہنگی اور امن وامان کے قیام کے مواقع مل رہے ہیں۔ امت مسلمہ کے علاوہ اس ضمن میں مسیحی قومی تنظیم برائے امن وانصاف کی مقامی شاخیں ملک بھر میں بین العقائد مکالمہ کی کاوش قابل ذکر ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جیسی تنظیموں، تحریکوں، رویوں اور رجحانات کو فروغ دینا اور اس سلسلے کو مزید مستحکم کرنے کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیے۔

ابراہیمی مذاہب کے تقابل کا حاصل مطالعہ

مجموعی طور پر ابراہیمی مذاہب کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کی تعلیمات میں مذہبی رواداری، بنیادی انسانی حقوق اور اخلاقیات کا درس موجود ہے۔ یہ مذاہب دنیا میں بنی نوع انسان کے لیے امن وسلامتی اور محبت کا پیغام لے کر آئیں ان کے پیشِ نظر انسانیت کو سنوارنا اور اخلاقیات کو درست کرنا تھا۔ دیکھا جائے توان کی بنیادی تعلیمات انسانوں کے دلوں کو جوڑتی ہے اور معاشرے کو پرامن بنانے کی جانب راغب کرتی ہے۔ تاہم یہود اور عیسائی مذاہب میں مفاد پرست، عملی رجعت پسند، انسان دشمن سازشوں اور تنگ

نظر لوگوں نے ان تعلیمات کی حقیقی روح کو مسخ کیا، حقیقی تعلیمات پر پردے ڈالے۔اپنے مفادات اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے آپس میں فروعی مسائل اور جنگوں کو ہوا دی۔لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مذاہب کی وہ تعلیمات جو بنی نوع انسان کی فلاح وکامرانی، تحمل وبرداشت، ہمدردی وایثار اور باہم رواداری وہم آہنگی کو معاشرے میں فروغ دینے کا سبب بنتی ہے ان کو عام کرنے کی سعی کی جائے۔

بین المذاہب رواداری و ہم آہنگی اور عالمی و قومی امن وسلامتی کے لیے حقیقی اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ محض چند اداروں کے قیام سے یا این جی اوز NGO کو پھیلانے سے حالات بہتر نہیں کیے جاسکتے۔امن وسلامتی اور باہم رواداری وہم آہنگی کا تقاضا یہی ہے کہ بنی نوع انسان(بلا تفریق رنگ ونسل اور مذہب) ایک دوسرے کی خیر خواہی چاہتے ہوئے ملک وقوم میں بسنے والے غیر مسلم اقلیتی فرقوں کے ساتھ عدل وانصاف، بنیادی انسانی حقوق Fundamental Human Rights کی فراہمی، مذہبی آزادی اور درپیش مسائل کے حل کے لیے بھرپور کوشش کریں۔ تاکہ معاشرہ افراتفری، انتشار، شر، فساد اور دیگر خرابیوں سے محفوظ رہ سکے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

«خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجَى خَيْرُهُ وَيُؤْمَنُ شَرُّهُ، وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجَى خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهُ»[30]

"تم میں سے بہتر وہ ہے جس سے بھلائی کی امید کی جائے اور اس سے برائی کا خطرہ نہ ہو۔اور تم میں سے سب سے بُرا شخص وہ ہے جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور برائی کا خطرہ ہر وقت لگا رہے۔"

مذکورہ حدیث سے یہ بات بخوبی مترشح ہو جاتی ہے کہ بین المذاہب، عالمی اور قومی رواداری وہم آہنگی کی صورت سچائی، ایمانداری اور انسانی خیر خواہی کی تعلیمات میں مضمر ہے۔اس سے نہ صرف عالمی سطح پر بلکہ قومی سطح پر بھی ہر قسم کے فساد، بگاڑ، دہشت گردی اور اس قسم کے دیگر پیچیدہ مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ جس کے لیے ابراہیمی مذاہب کے اساسی نصوص کی رو سے حل ڈھونڈ کر انسداد فساد وبگاڑ اور اقامت امن کے لیے کوشش کی جائے۔

تجاویز وسفارشات

- ✓ مذہبی عدم رواداری سے متعلق بنیادی سبب لاعلمی ہے۔مذاہب کے مابین ایک دوسرے کو اور خود کو اسلامی تعلیمات کے تناظر میں سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔
- ✓ دیگر مذاہب سے متعلق صحیح فہم وادراک کے حصول کے لیے جامعات میں مطالعہ ادیان ومذاہب کے شعبہ جات کا قیام از حد ضروری ہے جہاں پر دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو بھی درس وتدریس کے مواقع فراہم کیے جاسکے۔
- ✓ مذاہب اور مختلف ممالک کے مابین حالات بہتر اور پر امن بنانے کے لیے دور جدید میں پیش آمدہ مسائل سے پردہ اٹھانے اور اس کے بنیادی اسباب ووجوہات کی نشاندہی کی اشد ضرورت ہے ۔اور پھر مختلف مذاہب کے پیروکاروں کا ان مسائل کے حل کے لیے مخلصانہ کردار کی ادائیگی نہایت اہم ہے کیونکہ اسی کے ذریعے سے ہی بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی امن وسلامتی کی صورت کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔
- ✓ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے سوچ اور رویّوں کے اندر لچک اور مثبت تبدیلی لانے کے ان مذاہب کے ان تعلیمات کو ان کے اصل مفاہیم میں سامنے لانے کی کوشش کی جائے جس سے نہ صرف تقارب وتفاہم کی صورت کو ممکن بنایا جاسکے بلکہ آپس میں اُنس ومحبت، بھائی چارے اور امن وسلامتی کی فضا بھی قائم کی جائے۔

مصادر والمراجع

---

[1] القرآن، سورۃ الاسراء:۸۴۔

Al Qur'an, Surah-tul-Isra:84.

[2] جلال پوری، علی عباس، کائنات اور انسان، لاہور تخلیقات، ۲۰۰۰ء، ص۱۵۵، ۱۵۴۔

Jalal Pori, Ali abbas, Kainat or Insan, Lahore Takhliqaat, 2000,P# 154,155.

[3] مبارک علی (ڈاکٹر)، تاریخ کیا کہتی ہے، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص۹۰۔

Mubarak Ali (Dr.), Tarikh Kiya kehti hai, Fiction House, Lahore,1998,P#90.

[4] القرآن، سورۃ الھود:۱۱۹، ۱۱۸۔

Al Qur'an, Surah-tul-Hood:118,119.

[5] نعمانی، شبلی (مولانا)، علم الکلام، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۳۴۱ھ، ص۲۳۲۔

Numani, Shibli (Maulana), Ilmul Kalam, Aazm Ghar, Matba Ma'rif, 1342 Hijri, P#232.

[6] محمد شفیع (مفتی)، تفسیر معارف القرآن، ادارہ معارف، کراچی، مارچ ۲۰۰۵ء، ج۳، ص۳۶۶۔

Muhammad Shafi (Mufti), Tafseer marif -ul-Qur'an, Idara marif, Karachi, March 2005, Vol 3, P#366.

[7] فیروزالدین (الحاج، مولوی)، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص۳۲۷۔

Ferozuddin (Alhaaj, Molvi), Feroz-ul-Lugaat, Feroz sons Limited, Lahore, P#327.

[8] خواجہ، عبد المجید، جامع اللغات، اردو سائنس بورڈ ۲۹۹ اپر مال، لاہور، ۱۹۸۹ء، ج ۲، ص ۱۱۳۸۔

Khuwaja, Abdulmajeed, Jamiul Lugaat, Urdu science board 299 upprmal, Lahore,1989,Vol 2,P# 1138.

[9] مودودی، ابو الاعلیٰ (سید)، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۴-۲۰۰۵ء، ص ۱ تا ۱۱۶۔

Mododi, Abul ala(Syed), Tafheemul Qur'an, Idara tarjuman ul Qur'an, Lahore, 2004-2005, P# 1-116.

[10] Johannes P, Becchio Bruno, Encyclopedia of world Religions, Concord publishing foreign media books,2006, Section 31.

[11] ندوی، ابو الحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۴۷۔

Nadvi, Abulhasan Ali, Insani Duniya Par Musalmano ky Urooj o Zawaal ka Asar, Majlis Nashriyat Islam, Karachi, 1979,P#47.

[12] القرآن، سورۃ البقرۃ: ۱۱۳۔

Al Qur'an, Surah-tul-Baqara:113.

[13] مبارک علی (ڈاکٹر)، تاریخ اور مذہبی تحریکیں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۹۲۔

Mubarak Ali(Dr.), Tarikh or Mazhabi Tehrekain, Fiction House, Lahore, 1998, P#92.

[14] بحوالہ بالا۔

Ibid.

[15] ایچ۔ پولانو، تالمود، مترجم: سٹیفن بشیر، مکتبہ عناویم، گجرانوالہ، پاکستان، ۲۰۰۳ء، ص ۱۴۱۔

H-Polanco, Talmud, Mutarajjim: Stefon Bashir, Maktaba anaveem, Gujranwala, Pakistan, 2003,P# 141.

[16] صدیقی، مظہر الدین، اسلام اور مذاہب عالم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۶ء، ص ۱۳۱۔

Siddiqi, Mazhar ud deen, Islam or Mazahib e Aalam, Idara saqafat e Islamia, Lahore, 1956, P# 131.

[17] فاروقی، عماد الحسن، دنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۲۹۳۔

Farooqi, Imaad ul Hasan, Duniya k bary Mazahib, Maktaba Tameer e Insaniat, Lahore, 1990,P # 293.

[18] کتاب مقدس، انجیل لوقا، ۶/۳۵۔

Kiataab e Muqaddas, Injeel Loqa, 6/35.

[19] بحوالہ بالا، رومیوں ۱۴/۲۰۔

Ibid, Romeo, 14/20.

[20] ذکیہ طارق، مذاہب کہتے ہیں، مکتبہ عناویم، گجرانوالہ، ۲۰۰۳ء، ص ۹۲۔

Zakia Tariq, Mazahib Kehty Hai, Maktaba anaveem, Gujranwala, 2003,P# 92.

[21] بحوالہ بالا۔

Ibid.

[22] محمد ثانی (حافظ، ڈاکٹر)، رسول اکرم ﷺ اور رواداری، فضلی سنز، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۵۰۔

Muhammad Sani(Hafiz, Dr.), Rasool Akramﷺ or Rawadari, Fazli sons, Lahore, 1988,P# 50.

[23] ابن هشام، عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري(م: 213هـ)، **السيرة النبوية لابن هشام**،تحقيق: مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر،ط/۲، ۱۳۷۵هـ - ۱۹۵۵ ء،ج۱،ص۵۵۴تا ۵۶۱/ حمیداللہ(ڈاکٹر)،عہد نبویﷺ میں نظام حکمرانی،آر-آر پرنٹرز،لاہور ،۲۰۱۶ ء، ص۷۶۔

Ibn Hashaam, Abdul Malik bin Hashaam bin Ayub Alhumairi(213 Hijri), Al-seera tul Nabvia Le Ibn Hashaam, Tehqeeq : Mustafa Alsaqa wa Ibrahim Al-abyari, Sharika Maktaba wa Matba Mustafa Albabi Alhibli wa aulaada, bemisar, Edition 2, 1375 Hijri-1955,Vol 1,P#554 to 561./ Hamidullah (Dr.), Ahd Nabaviﷺ main Nizam e Hukumrani, R-R Printers, Lahore, 2016,P# 76.

[24] آرنلڈ، ٹی ڈبلیو، دعوت اسلام، مفید عام پریس آگرہ، انڈیا،۱۸۹۸ء، ص۴۴۹،۴۴۸۔

Arnild, T.W, Dawat e Islam, Mufeed Press Agrah, India, 1898,P # 448,449.

[25] محمد ثانی (حافظ، ڈاکٹر)، رسول اکرم ﷺ اور رواداری، ص۵۰۔

Muhammad Sani(Hafiz, Dr.), Rasool Akramﷺ or Rawadari, P# 50.

[26] یوسف، الامام، کتاب الخراج، دارالاصلاح، مصر،۱۹۸۱ء، ص۲۵۹۔ / ندوی، شاہ معین الدین احمد، خلفائے راشدین، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی،۱۹۵۴ء، ص۶۹۔

Yousuf, Al-imam, Kitab ul Khiraaj, Dar ul Islah, Misar, 1981,P# 259.

[27] بحوالہ بالا۔

Ibid.

[28] ندوی، ریاست علی (مولانا)، تاریخ اندلس، علی فرید پرنٹر، لاہور،۲۰۰۳ء، ج۱، ص۱۶۱۔

Nadvi, Riyasat Ali(Moulana), Tarikh Andolas, Ali Fareed Printer, Lahore, 2003,Vol 1,P# 161.

[29] Ahmad, Muhammad (Syed), History of Spain, Pakistan R.R Printers, Lahore,2010, P#574.

[30] الترمذي، أبو عيسى، محمد بن عيسى (المتوفى: 279هـ)،تحقيق وتعليق: احمد شاكر ومحمد فؤاد عبدالباقى، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر،ط/ ۲، 1395 هـ - 1975 م،رقم الحديث:2263، ج4، ص528۔

Al-Termizi, Abu Esa, Muhammad bin Esa (279 Hijri), Tehqeeq wa Taleeq: Ahmad Shakir wa Muhammad Fawad Abdul baqi, Sharika Maktaba wa matba Mustafa Albabi Alhalbi-Missr, Edition 2, 1395 Hijri-1975, Raqmul Hadees: 2263,Vol 4,P# 528.